32

دین کی خدمت کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا روپیہ خرچ کرنے والا کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا

جماعت احمدیہ لاہور کو دوسری بیت الذکر بنانے کی طرف فوری توجہ کرنی چاہیئے۔

(فرمودہ 15/ اکتوبر 1948ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں آیا تو اس ارادہ کے ساتھ تھا کہ اس مضمون کو بیان کروں جسے مَیں نے ایک گزشتہ جمعہ میں شروع کیا تھا اور جس کے لیے مَیں نے قرآن کریم کی بعض آیات سے بھی استدلال کیا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد میری رائے بدل گئی اور مَیں نے سمجھا کہ مَیں سرِ دست جماعت احمدیہ لاہور کو پھر اِس امر کی طرف توجہ دلا دوں جس کی طرف مَیں ایک دفعہ پہلے بھی توجہ دلا چکا ہوں کہ جماعت کو ایک دوسری مسجد بنانے کی طرف فوراً توجہ کرنی چاہیے۔

پچھلے جمعہ مَیں تو بوجہ بیماری کے نہیں آ سکا اس لیے مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اس جمعہ میں کتنے لوگ آئے ہوئے تھے لیکن اِس جمعہ میں مجھے نظر آتا ہے کہ جتنا آدمی وہاں (رتن باغ) میں ہوا کرتا تھا اُتنا آدمی یہاں نہیں۔ اِس وقت سب لوگ صفوں ہی میں بیٹھے ہوئے ہیں سمٹ کر قریب قریب بیٹھے ہوئے نہیں۔ جب مَیں منبر پر بیٹھا ہوا تھا تو میرا خیال تھا کہ لوگ سمٹ کر قریب قریب بیٹھے ہوئے ہیں اور نماز

کے وقت اِدھر اُدھر پھیل جائیں گے لیکن کھڑے ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ خیال درست نہیں تھا۔ پھر جہاں تک اِس مقام کے عرض کا سوال ہے اِس کا عرض بھی اُتنا نہیں جتنا رتن باغ کے میدان کا۔ اور جہاں تک طُول کا سوال ہے وہ قطعی طور پر اُس سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا۔ یہ جو صف ہے وہاں کی صف کا چوتھا پانچواں بلکہ چھٹا حصہ ہے۔ یہی چیز ہمیں توجہ دلاتی ہے کہ درحقیقت جماعت کی طرف سے مسجد کے بنانے میں بہت دیر ہوگئی ہے۔ انسانی فطرت بھی کچھ ایسی ہے کہ وہ ہمیشہ قیاس کیا کرتا ہے اور خیال کر لیتا ہے کہ ان حالات میں وہاں یہ یہ کچھ ہوگا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ کئی آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے یہ خیال کر لیا ہوگا کہ چونکہ مسجد میں جگہ تھوڑی ہے اس لیے اگر ہم گئے بھی تو وہاں ہمیں جگہ نہیں ملے گی حالانکہ بسا اوقات ایسا خیال غلط ہوتا ہے۔ مثلاً اگر سو آدمی کی گنجائش ہے اور ایک سو دس آدمی آنے والا ہے تو پچاس ساٹھ اپنی اپنی جگہ یہ خیال کر لیں گے کہ وہاں جگہ نہیں ہوگی اور اس طرح وہ پچاس ساٹھ بھی نہیں آئیں گے اور جگہ خالی رہے گی مگر وہ جگہ صرف اِسی لیے خالی رہے گی کہ کچھ لوگوں نے خیال کر لیا ہوگا کہ وہاں جگہ نہیں۔

مجھے یاد ہے میرے بچپن کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہو گئے اور آپ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف نہ لے گئے۔ میری عمر اُس وقت تیرہ چودہ سال کی تھی۔ مَیں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے گھر سے روانہ ہوا۔ ابھی مَیں جا ہی رہا تھا کہ راستہ میں مجھے کوئی شخص آتا ہوا ملا۔ مَیں نے اُس سے پوچھا کہ کیا خطبہ شروع ہوگیا ہے؟ اُس نے کہا وہاں تو جگہ ہی نہیں ساری مسجد بھری ہوئی ہے اس لیے مَیں واپس آ گیا ہوں۔ اُس کی یہ بات سن کر مَیں بھی واپس آ گیا۔ بچپن کی عمر تھی مَیں نے سمجھا کہ یہ جو کچھ کہتا ہے ٹھیک ہوگا حالانکہ میرا فرض تھا کہ مَیں پہلے تحقیق کرتا کہ آیا یہ بات درست ہے یا نہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مجھے یہ سبق دینا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تجسس کرنے کی نہیں تھی مگر اُس روز جب مَیں واپس آیا تو آپ نے خلافِ معمول مجھ سے فرمایا کہ محمود! تم جمعہ میں نہیں گئے؟ مَیں نے کہا وہاں تو اتنے آدمی ہیں کہ مسجد میں کوئی جگہ ہی نہیں۔ اس لیے مَیں واپس آ گیا ہوں۔ اُس وقت تو آپ خاموش رہے۔ مگر جمعہ کے بعد جب آپ کی عیادت کے لیے کچھ دوست آئے جن میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بھی تھے جو خطبہ پڑھایا کرتے تھے تو آپ نے خلافِ عادت اُن کے آتے ہی یہ سوال کیا کہ کیا آج جمعہ میں کچھ زیادہ لوگ تھے؟

مَیں دوسرے دالان میں تھا کہ میرے کان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ آواز پڑی اور چونکہ مَیں خود مسجد میں نہیں گیا تھا اس لیے میرا دل بیٹھنے لگا کہ اُس شخص نے جھوٹ نہ بولا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے میری پردہ پوشی فرمائی اور مولوی عبدالکریم صاحب نے جواب دیا کہ حضور! آج تو بہت ہی آدمی تھے۔ مسجد کناروں تک بھری ہوئی تھی۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ جو کچھ مَیں نے کیا محض قیاس کی وجہ سے کیا۔ اِسی طرح کئی لوگ قیاس کر لیتے ہیں اور اس سے زیادہ قیاس کر لیتے ہیں جتنی لوگوں کے لیے واقع میں گنجائش نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی جگہ خالی رہتی ہے۔

مجھے کہا گیا ہے کہ اگر باہر جگہ لی گئی تو یہ مسجد ویران ہو جائے گی۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر دوسری مسجد کے لیے باہر زمین نہ لی گئی تو اِس مسجد کی حقیقی آبادی کی طرف جماعت کو کبھی توجہ ہی پیدا نہیں ہوگی۔ اب اس مسجد کو جس کے اردگرد صرف چند احمدی دوست رہتے ہیں اس لیے آباد سمجھا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن سارے شہر کے احمدی دوست یہاں آ کر ایک دفعہ نماز پڑھ لیتے ہیں اور کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا۔ مگر یہ محلّہ جس میں ابتدائی ایام سے احمدیت چلی آ رہی ہے اس محلّہ میں اب احمدیت ترقی کرنے کی بجائے گر گئی ہے اور انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ انہوں نے اس محلّہ کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ ہم بچے تھے اور لاہور میں آیا کرتے تھے تو اِسی محلّہ میں میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تشریف لائے تو آپ بھی اِسی محلّہ میں ٹھہرے۔ غرض اُس وقت احمدیوں کے ٹھہرنے کی یہی جگہ تھی، مسجد کوئی نہیں تھی۔ ہم نماز بھی میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک بڑا دالان تھا جس میں نماز ہوتی تھی لیکن اِس مسجد کے بن جانے کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں سے یہ بات نکل گئی ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِس محلّہ میں افراد کے لحاظ سے احمدیوں کی تعداد پہلے سے زیادہ ہے اور وہ پرانے لوگ جو فوت ہو چکے ہیں اُن کی نسلیں بھی کثیر ہیں لیکن شہر کی ترقی کے مقابلہ میں افراد کی ترقی کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ پہلے یہ محلّہ بالکل غیر آباد تھا، درمیان میں بڑے بڑے فاصلے تھے اور اس کے پچھواڑے میں بھی بہت بڑا خلا تھا۔ جب ہم ان عمارتوں کے پیچھے چلے جاتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم جنگل میں نکل گئے ہیں مگر اب تو ہر جگہ ہی آبادی ہی آبادی ہے۔ اِس لحاظ سے مَیں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت سے لے کر اب تک اِس محلّہ کی آبادی تیس چالیس گُنے بڑھ گئی ہے۔ یعنی اس محلّہ میں ہماری

جماعت نہیں بڑھی اور اگر بڑھی ہے تو اُس نسبت سے نہیں بڑھی جس نسبت سے محلّہ کی آبادی بڑھی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مامور آتے ہیں وہ صرف نسلی مومن بڑھانے کے نہیں آتے۔ نسلیں تو بڑھا ہی کرتی ہیں۔ جب مسلمانوں نے تبلیغ کو بالکل چھوڑ دیا تھا اُس زمانہ میں بھی ان کی اولادوں کا سلسلہ جاری تھا۔ درحقیقت اسلام پر تنزل اس لیے نہیں آیا کہ مسلمانوں کے ہاں اولاد پیدا ہونی بند ہوگئی تھی بلکہ ان پر تنزل اس لیے آیا کہ انہوں نے تبلیغ چھوڑ دی تھی۔ اب بھی اگر دوسری جگہ مسجد بن جائے گی تو احمدیوں کو یہاں آ کر یہ دیکھنے کا موقع مل سکے گا کہ اس محلّہ میں احمدیت کی ترقی کی کیا حالت ہے اور انہوں نے اس کے متعلق کتنی بڑی غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب تو جمعہ کے دن آ کر وہ غافل ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مسجد خوب آباد ہے احمدی اس میں بڑی کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ اس محلّہ میں احمدیت کمزور ہو چکی ہے لیکن دوسری مسجد بننے کے نتیجہ میں جب جمعہ کے دن بھی یہ مسجد ویران نظر آئے گی تو خود بخود یہ چیز ان کے اندر احساسِ خودداری پیدا کرنے کا موجب ہوگی اور وہ تبلیغ کی طرف توجہ شروع کر دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس ایک مسجد کی وجہ سے اس سارے شہر لاہور کے لیے صرف ایک ہی مبلغ ہے۔ میرا اپنا اندازہ یا یوں کہو کہ وہ سکیم جس کے ماتحت تبلیغ کرنا مَیں مفید سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ پانچ سو افراد پر ایک مبلغ ہونا چاہیے۔ مَیں پانچ سو مرد نہیں کہتا، مَیں پانچ سو جوان نہیں کہتا، مَیں پانچ سو افراد کہتا ہوں جن میں عورتیں بھی شامل ہیں، بچے بھی شامل ہیں اور مرد بھی شامل ہیں۔ اس سے زیادہ افراد کی کوئی شخص صحیح طور پر تعلیم و تربیت نہیں کر سکتا۔ اگر پانچ کس کی ایک فیملی سمجھی جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ہر سو فیملی کے پیچھے ایک مبلغ ہونا چاہیے۔ مگر خیر یہ تو بڑی بات ہے۔ اس سے نیچے اُتر کر جو کچھ ہم کریں اس میں بھی کوئی نسبت تو ہمیں مدنظر رکھنی چاہیے۔ ایک آدمی اگر روزانہ ایک گھنٹہ تبلیغ کرے تو وہ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو کو تبلیغ کرے گا۔ آدھ گھنٹہ سے کم بھلا کیا تبلیغ ہوگی۔ تبلیغ کے معنے دوسرے کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کے تو نہیں کہ سلام کیا اور بات ختم ہوگئی۔ بلکہ تبلیغ پر وقت صَرف ہوتا ہے اور یہ وقت ایک آدمی کے لیے کم از کم آدھ گھنٹہ تو ضرور ہونا چاہیے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی شخص دن بھر میں پانچ گھنٹے تبلیغ کے لیے صَرف کرے تو ایک آدمی دن میں صرف دس آدمی کو تبلیغ کر سکے گا۔ اور سال بھر میں تین ہزار آدمیوں کو صرف ایک دفعہ تبلیغ کر سکتا ہے۔ اور سال میں ایک دفعہ کی تبلیغ کتنی تھوڑی ہوتی ہے۔

اگر ہم پانچ سو خاندانوں پر ایک مبلغ رکھیں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ سال بھر میں اپنے علاقہ کے لوگوں کو صرف ایک دفعہ تبلیغ کر سکے گا۔ اگر عورتوں اور بچوں کو نکال دو تب بھی اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ سال میں ہر شخص کو چھ دفعہ آدھ آدھ گھنٹہ تبلیغ کر سکے گا اور اتنا وقت تو ماننے والے کی تربیت کے لیے بھی کافی نہیں ہوتا کُجا یہ کہ غیر کو منوانے کے لیے اسے کافی سمجھا جائے۔ لاہور کی سترہ لاکھ آبادی ہے۔ اِس آبادی میں اگر پانچ کس کی ایک فیملی سمجھی جائے تو تین لاکھ چالیس ہزار خاندان یہاں بستے ہیں۔ اگر پانچ سو افراد پر ایک مبلغ رکھا جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ صرف لاہور شہر میں چونتیس سو مبلغ چاہیے۔ اگر چونتیس سو مبلغ یہاں رکھا جائے تو سال بھر میں فی جوان مرد کو وہ صرف تین گھنٹے تبلیغ کر سکے گا اور فی آدمی سال میں وہ صرف چالیس منٹ وقت دے سکے گا۔ مگر آپ لوگ تو اِسی بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے سارے لاہور شہر میں ایک مبلغ رکھا ہوا ہے۔ اگر دوسری مسجد بنے گی تو قدرتی طور پر آپ لوگوں کو خیال پیدا ہوگا کہ ہمارا ایک مبلغ اِس مسجد میں رہے اور ایک اُس مسجد میں۔ اور اگر کسی وقت تین مسجدیں بن جائیں گی تو آپ لوگوں کو خیال پیدا ہوگا کہ ہم ایک تیسرا مبلغ بھی رکھیں۔ غرض مسجدوں کے بڑھنے سے لازمی طور پر مبلغین کے بڑھانے کا احساس پیدا ہوگا اور مبلغوں کے بڑھنے سے تبلیغ میں زیادتی ہوگی۔ پس میرے نزدیک دوسری مسجد کا بننا اس مسجد کی ویرانی کا موجب نہیں بلکہ اس کی آبادی کا موجب ہوگا۔ حقیقتاً مسجد کی آبادی اُسی وقت ہوتی ہے جب پانچوں وقت لوگ اُس میں باقاعدگی سے نمازیں پڑھتے ہوں۔ جب یہاں ساتویں دن جمعہ کے دن بھی کوئی شخص نظر نہیں آئے گا تو لازمی طور پر لوگوں کو خیال پیدا ہوگا کہ ہم نے ایک مسجد بنائی تھی جو ویران ہونے لگی ہے۔ آؤ ہم تبلیغ کر کے اپنی جماعت کو بڑھائیں اور اس مسجد کی آبادی کی کوشش کریں۔ پھر اگر دو مبلغ ہو جائیں گے تو اس مسجد کا مبلغ شہر کی طرف سے سبکدوش سمجھا جائے گا اور شہر کا انچارج جامع مسجد کا امام ہوگا۔ اِس طرح اِس جگہ کا مبلغ محلّہ کی تبلیغ کے لیے وقف ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ کے متعلق ہم کبھی بھی حسابی طور پر غور نہیں کرتے۔ ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اگر کسی گاؤں میں ایک مبلغ ہے تو وہ کافی ہے یا کسی شہر میں ایک مبلغ ہے تو وہ کافی ہے۔ ہماری مثال بالکل اس شخص کی سی ہوتی ہے جو چائے کی ایک پیالی کے متعلق میٹھے کا اندازہ لگاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دو تین چمچے کھانڈ کے اُس کے لیے کافی ہوں گے۔ اور پھر زردہ کی ایک دیگ پکاتا ہے تو اس میں بھی

دو چمچے میٹھے کے ملا دیتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ ان دو چمچوں سے زردہ تیار ہو جائے گا۔ یا پچاس ساٹھ دیگیں شربت کی تیار کرتا ہے تو ان میں بھی ایک ایک دو دو چمچے کھانڈ کے ملا دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس طرح شربت تیار ہو جائے گا۔ حالانکہ ایک دیگ میں ایک چمچہ چائے میٹھا ملانے سے تو اس کا میٹھا ہونا تو الگ رہا جو لوگ پھیکی چائے پیتے ہیں وہ بھی ایک پیالی چائے میں اس سے زیادہ میٹھا ملاتے ہیں۔ اور جو اچھا میٹھا پیتے ہیں وہ تو دو دو تین تین چمچے میٹھا ڈالتے ہیں۔ بالکل اِسی طرح ہم بھی خیال کر لیتے ہیں کہ فلاں شہر میں ہمارا ایک مبلغ جو کام کر رہا ہے وہ اس شہر کے لیے کافی ہے۔ ہم کبھی نہیں سوچتے کہ وہ کتنے آدمیوں کو تبلیغ کر سکتا ہے، ہم کبھی نہیں سوچتے کہ ہمارے مبلغ کا دن چوبیس گھنٹے کا ہے یا چار ہزار گھنٹے کا ہے۔ ہم بھول جاتے ہیں اِس بات کو کہ ہمارے مبلغ کے لیے بھی خدا تعالیٰ کا سورج اُسی طرح چڑھتا اور غروب ہوتا ہے جس طرح دوسرے لوگوں کے لیے چڑھتا اور غروب ہوتا ہے اور اِس حساب نہ لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات تبلیغ کے متعلق ہماری حالت اُسی قسم کی ہو جاتی ہے جیسے مَیں ایک دفعہ سندھ گیا تو وہاں کے ایک رئیس جو پرانے شاہی خاندان کی نسل میں سے ہیں اور جن کی زمین دس بارہ ہزار ایکڑ ہے مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ اس زمین میں سے پانچ ہزار ایکڑ مَیں نے اور تحریک جدید نے مقاطعہ پر لی تھی اور جیسے امراء کا دستور ہے کہ وہ روپیہ عیاشیوں میں اُڑا دیتے ہیں اور باوجود بہت بڑی جائیدادوں کے مقروض رہتے ہیں یہی حالت ان کی تھی۔ اُن کی کچھ نہیں تو پچاس ہزار روپیہ آمدن تھی مگر پھر بھی وہ مقروض رہتے تھے۔ مَیں ایک دفعہ سندھ گیا اور انہوں نے سنا کہ مَیں آیا ہوا ہوں تو وہ میرے پاس آئے۔ میری جگہ سے وہ پچاس ساٹھ میل دور رہتے تھے۔ موٹر میں وہ میرے پاس پہنچے اور انہوں نے درخواست کی کہ اگلے سال کے مقاطعہ میں سے کچھ رقم بطور پیشگی مجھے دے دی جائے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو مَیں نے سمجھا کہ خدا نے مجھے تبلیغ کا ایک موقع عطا کر دیا ہے آؤ اس سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں کچھ نصیحت کریں۔ چنانچہ مَیں نے اُن سے کہا میر صاحب! (وہ میر خاندان میں سے تھے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو روپیہ بھی دیا ہے، جائیداد بھی دی ہے، عزت اور شُہرت بھی دی ہے، آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی قوم کے سدھار اور اس کی اصلاح کے لیے اپنی اولاد کو تعلیم دلائیں اور جو کچھ روپیہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے وہ آپ ان کی تعلیم پر خرچ کریں۔ جب وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں گے تو آپ کے رسوخ کی وجہ سے قوم کے اَور ہزاروں لڑکوں کے اندر بھی تعلیم حاصل کرنے کا

شوق پیدا ہو جائے گا اور اِس طرح قوم کا معیار بہت بلند ہو جائے گا۔ میر صاحب میرے سامنے بیٹھے تھے۔ مَیں وعظ کرتا چلا گیا مگر وہ بالکل خاموش رہے اور کوئی حرکت ان کے جسم میں پیدا نہ ہوئی۔ آخر دس پندرہ منٹ وعظ کر کے مَیں خاموش ہو گیا اور مَیں حیران ہوا کہ میر صاحب کو ہو کیا گیا ہے کہ ایک لفظ بھی اُن کے منہ سے نہیں نکلا۔ ہاں نہ ہوں کچھ بھی نہیں کرتے اور خاموش بیٹھے ہیں۔

غرض پہلی دفعہ مَیں جتنا بولنے کا ارادہ رکھتا تھا اُتنا بول چکا تو مَیں نے مناسب سمجھا کہ دوسری دفعہ پھر اُن کو اِس بات کی طرف توجہ دلا دوں۔ چنانچہ مَیں نے نیا پہلو بدلا اور پھر مَیں نے انہیں تعلیم کی طرف توجہ دلائی، اس کی ضرورت ان کے ذہن نشین کرائی، اس کے فوائد بتلائے اور اس کی اہمیت واضح کی اور پھر مَیں خاموش ہوا یہ دیکھنے کے لیے کہ اب میر صاحب پر کیا اثر ہوا ہے۔ مگر مَیں نے دیکھا کہ وہ برابر اُسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ تب مَیں نے تیسری دفعہ انہیں اِس طرف توجہ دلائی اور دس بارہ منٹ تک بولتا چلا گیا مگر جب مَیں بات کو ختم کر چکا تو وہ پھر بھی خاموش رہے۔ اِس پر مَیں سخت حیران ہوا کہ یہ بات کیا ہے؟ ان کے ساتھ اُن کا ایک سیکرٹری بھی تھا جو ہندو تھا۔ جب مَیں تین دفعہ وعظ کر چکا تو اُس سیکرٹری نے سمجھا کہ اب خاموشی مناسب نہیں چنانچہ وہ کہنے لگا جناب! آپ کو ہمارے میر صاحب کے حالات کا علم نہیں۔ آپ نے دوسرے امراء پر قیاس کرتے ہوئے یہ سمجھ لیا ہے کہ جس طرح وہ تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے اُسی طرح میر صاحب کو بھی توجہ نہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ ان کو تعلیم کا خاص شوق ہے اور یہ اپنے بچوں کو پڑھانے کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک لڑکا چوتھی جماعت تک پڑھا ہوا ہے اور دوسرا لڑکا تیسری جماعت تک پڑھا ہوا ہے۔ تب مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ

ایں خانہ تمام آفتاب است

جیسے میر صاحب ہیں ویسے ہی ان کے سیکرٹری صاحب ہیں۔ تم سب اِس واقعہ پر ہنس پڑے ہو لیکن تم نے کبھی سوچا کہ جیسے اُس سیکرٹری کا جواب تھا ویسا ہی جواب تم تبلیغ کے متعلق دیتے ہو۔ تم سے بھی پوچھا جائے کہ لاہور شہر میں تمہارے کتنے مبلغ ہیں؟ تو تم کہتے ہو اِس سترہ لاکھ کی آبادی والے شہر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا ایک مبلغ کام کر رہا ہے۔ حالانکہ خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا کے قہر سے ایسا بے شک ہوسکتا ہے۔ خدا کے فضل سے تو یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ سترہ لاکھ کی آبادی کے

لیے صرف ایک مبلغ کافی ہو۔ سترہ لاکھ کی آبادی کے لیے کم سے کم چونتیس سو مبلغ چاہییں۔ اگر ہم اس سے کم مبلغ رکھتے ہیں تو ہم کبھی بھی صحیح معنوں میں تبلیغ نہیں کر سکتے۔

پس اگر دوسری مسجد بنے گی تو خود بخود تم میں تبلیغ کو بڑھانے کا احساس پیدا ہوگا۔ تم خود کہو گے کہ ایک مبلغ اِس مسجد کی آبادی کے لیے چاہیے اور ایک مبلغ اُس مسجد کے لیے چاہیے۔ پھر ہر چیز کی ایک چاٹ ہوتی ہے۔ کسی کو پان کی چاٹ ہوتی ہے، کسی کو سگار کی چاٹ ہوتی ہے، کسی کو شراب کی چاٹ ہوتی ہے، کسی کو افیون کی چاٹ ہوتی ہے۔ جب تمہیں مسجدیں بنانے کی چاٹ پڑ جائے گی تو تم کوشش کرو گے کہ پھر تیسری اور پھر چوتھی مسجد بناؤ اور بناتے ہی چلے جاؤ۔ اب تو تم اِس ایک مسجد پر اِس طرح تسلی پا کر بیٹھ گئے ہو جیسے کہتے ہیں کہ گاؤں کا کوئی شخص ایک دفعہ شہر میں آیا اور وہ تنجبن کھا کر واپس گیا تو اس نے اپنے گاؤں کے لوگوں سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم ہمارے گاؤں کے کنویں میں تھوک دو ہم ایک ایک گھونٹ پانی پی کر دیکھ لیں گے کہ تنجبن کا مزہ کیسا ہوتا ہے۔ اِس طرح یہ مسجد بھاٹی دروازہ والوں کی ہے۔ مگر بھاٹی دروازہ والے کہتے ہیں یہ ہماری مسجد ہے، لوہاری دروازہ والے کہتے ہیں یہ ہماری مسجد ہے، انارکلی والے کہتے ہیں یہ ہماری مسجد ہے، مزنگ والے کہتے ہیں یہ ہماری مسجد ہے، مال روڈ والے کہتے ہیں یہ ہماری مسجد ہے، میکلوڈ روڈ والے کہتے ہیں یہ ہماری مسجد ہے۔ غرض ہر محلّہ کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہماری مسجد ہے۔ جب اَور مسجد بن جائے گی تو طبعی طور پر تمہارے دلوں میں خیال پیدا ہوگا کہ دلّی دروازہ والوں کی تو مسجد ہے مگر ہماری مسجد نہیں۔ اب تو تم دلّی دروازہ کی مسجد کو ہی اپنی مسجد کہہ کر اپنا لیتے ہو حالانکہ تمہاری مسجد وہ ہے جس میں تم پانچ وقت نماز پڑھ سکتے ہو۔ جس مسجد میں تم پانچ وقت نماز کے لیے نہیں جا سکتے وہ تمہاری مسجد نہیں۔ بہرحال جب تم پانچ وقت نماز کے لیے دوسری مسجد میں بھی نہیں جا سکو گے تو تمہیں خیال آئے گا کہ دلّی دروازہ والوں کے پاس تو مسجد ہے مگر ہمارے پاس مسجد نہیں اور قدرتی طور پر تمہیں احساس پیدا ہوگا کہ ہم محلّہ وار مسجدیں بنائیں۔ پھر جب تم محلّہ وار مسجدیں بناؤ گے تو چونکہ تم کام کاج میں مشغول ہو گے کوئی تم میں سے ملازمت کر رہا ہوگا، کوئی تجارت کر رہا ہوگا، کوئی اَور کام کر رہا ہوگا اور تم اپنا اکثر وقت مسجد میں نہیں دے سکو گے۔ اس لیے تم خود بخود یہ سوال اٹھاؤ گے کہ اس مسجد کو آباد رکھنے کے لیے ہمیں مبلغ دیا جائے۔ اس طرح مسجدوں کے پیچھے مبلغ بڑھتے چلے جائیں گے۔ اور جب مبلغ بڑھیں گے تو تبلیغ کا دائرہ بھی وسیع ہوگا۔ دوسروں کو

جانے دو ایک مبلغ تو جماعت احمدیہ کے تمام بچوں کی صرف نماز کے متعلق بھی صحیح طور پر نگرانی نہیں کر سکتا دوسرے کام تو الگ رہے۔ پس ایک مبلغ تمام شہر کی تبلیغ کے لحاظ سے قطعی طور پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ محض خوش فہمی ہے کہ ہم ایک مبلغ رکھ کر یہ سمجھ لیں کہ شہر کی تبلیغی ضروریات کو ہم نے پورا کر دیا ہے۔

غرض نئی مسجد بننے کے ساتھ ساتھ قدرتی طور پر دوسرے محلوں میں بھی مسجدوں کی تحریکیں شروع ہو جائیں گی اور اس طرح تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بہت بڑی ترقی ہوگی۔ یہ تو تمہارے نقطۂ نگاہ سے ہے اور میرا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ مَیں تو ایک شکاری ہوں۔ جس طرح ایک شکاری اپنی کنڈی میں آٹا یا گوشت لگاتا ہے اسی طرح مَیں بھی تمہیں دوسری مسجد بنانے کی اس لیے تحریک کر رہا ہوں تاکہ تم تیسری مسجد بناؤ اور تیسری کے بعد چوتھی مسجد بناؤ۔ میری نیت بھی یہی ہے کہ تم کو پھنساؤں اور تمہاری نیت بھی گو اِس وقت صرف اتنی ہے کہ تم ایک اَور مسجد بناؤ مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں تم میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو جائے گا کہ ہمارے محلوں میں کیوں مسجد نہیں۔ اور پھر قدرتی طور پر مساجد کے ساتھ محلّہ وار مبلغین کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم صحیح طور پر تبلیغ کرنا چاہیں تو ہمیں آدمیوں کی تعداد کو بہر حال مدنظر رکھنا پڑے گا۔ سترہ لاکھ کی آبادی میں اگر ایک مبلغ رکھا جائے تو سال بھر میں تو اُسے یہ بھی ہوش نہیں آئے گا کہ مَیں کس آدمی سے بات کروں۔ یہ تو بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے سمندر میں ہم کسی شخص کو ڈال دیں اور اُسے کہیں کہ وہ جا کر امریکہ فتح کرے۔ اس نے امریکہ کیا فتح کرنا ہے۔ وہ تو دو تین میل ہی جا کر ڈوب جائے گا اور مر جائے گا۔ پس تبلیغ کی وسعت کے لیے بھی اس وقت نئی مسجد کی شدید ضرورت ہے۔

مَیں نے مسجد کی زمین کے متعلق جو تحریک کی تھی مجھے خوشی ہے کہ جماعت نے اس تحریک کا نہایت اخلاص کے ساتھ جواب دیا ہے اور جو اِن پر امید کی گئی تھی اُسے انہوں نے پورا کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک دس ہزار روپیہ کے وعدے آ چکے ہیں۔ مگر اس کے بعد اب دوسرا قدم یہ ہے کہ تم اپنے وعدے کا ایفاء کرو۔ مَیں ایسے چندے کا قائل نہیں کہ وعدہ تو لکھا دیا جائے اور پھر خط و کتابت ہو رہی ہو، یاد دہانیاں کرائی جا رہی ہوں، اخباروں میں اعلانات ہو رہے ہوں اور لوگ خاموش بیٹھے ہوئے ہوں۔ جب تک نئی مسجد نہیں بنے گی اور جب تک یہ مسجد چلّا چلّا کر یہ نہیں کہے گی کہ میرے لیے نمازی لاؤ تب تک تمہارے اندر بھی غیرت پیدا نہیں ہوگی اور تم تبلیغ کی طرف پوری توجہ نہیں کرو

گے۔اسی طرح جب تم خدا تعالیٰ کی راہ میں روپیہ دو گے اور تمہاری جیبیں خالی ہو جائیں گی تو تمہاری جیبیں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور پکار اٹھیں گی کہ خدایا! تری راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے ہم خالی ہوگئی ہیں اب تُو پھر اپنے فضل سے ہمیں بھر دے۔ گویا تمہارا چندہ ادا کرنا تمہارے اندر ایک نئی انابت، ایک نیا خلوص اور ایک نیا ایمان پیدا کر دے گا اور تمہاری جیبیں بھی خدا تعالیٰ کے حضور فریاد کریں گی اور پھر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے تمہارے روپیہ کو بھی بڑھا دے گا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا اُس زمیندار سے بدبخت نہیں ہوسکتا جو چند سیر دانے زمین میں ڈال کر کئی ہزار من غلہ حاصل کر لیتا ہے۔ اگر وہ دنیا کی خاطر دانے ڈال کر زیادہ کما لیتا ہے تو دین کی خاطر خرچ کرنے والا کب گھاٹے میں رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی گھاٹے میں رہتا ہے تو اس میں ضرور اُس کا اپنا قصور ہوتا ہے ورنہ ہم نے تو دیکھا ہے کہ دین کی خدمت کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا روپیہ خرچ کرنے والے کبھی گھاٹے میں نہیں رہتے۔ پس تم نے جو وعدہ کیا ہے اسے جلد پورا کرو تا کہ مسجد کے لیے زمین لی جا سکے۔ اگر چھ مہینے یا سال کے بعد تم نے وعدہ پورا کیا تو نہ معلوم اُس وقت تک زمینوں کی کیا قیمت ہو جائے۔ پس اپنے وعدے فوراً پورے کرو تا کہ جلد سے جلد زمین خریدی جا سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مقامی جماعت کے دوست فوری طور پر میٹنگ کر کے آج شام تک مجھے یہ اطلاع دیں کہ وہ کون کونسی سڑکوں پر اس مسجد کے لیے زمین کا خریدا جانا پسند کرتے ہیں۔ سڑک ایسی ہونی چاہیے جہاں شہر کے لوگ آسانی کے ساتھ پہنچ سکتے ہوں۔ مگر آسانی سے یہ مراد نہیں کہ انہیں کہیں دور جانا نہ پڑے۔ یہاں بھی لوگ آخر سائیکلوں اور ٹانگوں وغیرہ پر آتے ہیں۔ اگر وہاں بھی سائیکلوں وغیرہ پر پہنچا جا سکے تو اِس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہوگی۔ جامع مسجد کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ وہ گھر کے قریب ہو غلطی ہے۔ پس جماعت کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ چار پانچ جگہیں تلاش کر لیں۔ پھر زمینوں کے کسی ایجنٹ سے مشورہ کر کے فوراً زمین خریدی جاسکتی ہے۔ میرے نزدیک تین چار ہفتوں میں تمام کام ہو سکتے ہیں۔ اگر دوست سچے دل سے اس کام میں لگ جائیں۔ زمین خریدی جائے تو اس کے بعد جس طرح رتن باغ میں خیمے لگا کر جمعہ کی نماز ادا کی جاتی تھی۔ اُس جگہ بھی خیمے لگا کر نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ بہرحال جب جگہ لو گے تو تمہیں خیال پیدا ہوگا کہ ہم مسجد بنائیں اور جب مسجد بناؤ گے تو تمہارے دلوں میں یہ تحریک شروع ہوگی کہ ہم محلّہ وار مسجدیں بنائیں اور جب محلّہ وار مسجدیں بناؤ

گے تو تمہیں خیال آئے گا کہ ہم ہر مسجد کے لیے الگ الگ مبلغ رکھیں۔ اور جب مبلغ رکھو گے تو یہ قدرتی بات ہے کہ پھر تبلیغ بھی وسیع ہو گی۔ پس آپ لوگ آج جمعہ کے بعد میٹنگ کریں جس میں یہ طے کریں کہ کون کونسی سڑکیں ایسی ہیں کہ اگر وہاں زمین مل سکے تو ہمیں زمین خرید لینی چاہیے۔ وہ جگہیں ایسی ہونی چاہییں جہاں آسانی کے ساتھ شہر کے لوگ جمعہ کے لیے جمع ہو سکیں مگر آسانی سے میری مراد نسبتی آسانی ہے۔ اگر کسی قدر تکلیف برداشت کر کے بھی وہاں جانا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔ گو مَیں اس بات کا قائل نہیں کہ جمعہ ہمیشہ ایک جگہ ہونا چاہیے۔ جب سے بڑے شہروں کا طریق نکلا ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ ان میں ایک جامع مسجد کافی نہیں ہو سکتی بلکہ ضروری ہے کہ مختلف حلقوں میں الگ الگ جامع مساجد ہوں تا کہ تمام شہر کے لوگ آسانی کے ساتھ جمعہ پڑھ سکیں۔ بغداد میں آٹھ لاکھ آدمی تھا اور جامع مسجد صرف ایک تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ دو چار لاکھ آدمی تو جامع مسجد میں آجاتا اور باقی جمعہ سے محروم رہتا۔ آہستہ آہستہ جمعہ ہی کی عادت جاتی رہی۔ پس میرے نزدیک جو بڑے شہر ہوں اُن میں دو دو تین تین جگہ پر جمعہ ہونا چاہیے اور اسی لحاظ سے لاہور میں بھی مختلف مساجد میں جمعہ کی نماز ادا ہو سکتی ہے۔ مگر یہ ابھی دور کی بات ہے۔ فی الحال جو مسجد بنے گی وہ ہمارے لیے جمعہ کی نماز کے لیے کافی ہو گی۔ گو میری رائے ہے کہ دو دو تین تین میل کا حلقہ ہونا چاہیے جس میں رہنے والے لوگ ایک جگہ جمعہ کے لیے اکٹھے ہو جایا کریں اور اگر ضرورت ہو تو اس میں کمی بیشی بھی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً لندن کے تمام لوگ اگر مسلمان ہو جائیں تو وہاں ہمیں پندرہ بیس حلقے مقرر کرنے پڑیں گے۔ وہاں کی آبادی اسّی لاکھ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بچوں اور عورتوں کو نکال کر وہاں تیس لاکھ نمازی ہو گا اور اُن کے لیے بہر حال پندرہ بیس جگہیں چاہییں جہاں وہ جمعہ کی نماز ادا کر سکیں۔

درحقیقت کسی ناممکن چیز کی امید کرنا یہ بھی قوم کے اخلاق کو بگاڑ دیتا ہے۔ جس طرح بلا وجہ سہولتیں دیتے جانا بھی قوم کے اخلاق کو بگاڑنے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان دونوں باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ ناممکن باتوں پر زور دیا جائے کیونکہ اگر ناممکن باتوں پر زور دیا جائے گا تو گناہ کا رعب انسان کے دل سے مٹ جائے گا۔ اسی طرح لوگوں کو بلاوجہ سہولتیں دیتے چلے جانا بھی بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ معمولی معمولی بات پر گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دینا بھی خطرناک ہوتا ہے۔ اور یہ امر بھی خطرناک ہوتا ہے کہ ناممکن بات پر زور دیا جائے اور سارے شہر کے

لوگوں سے توقع کی جائے کہ وہ ایک جامع مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ مثلاً لاہور شہر ہی کئی میل کے حلقے میں پھیلا ہوا ہے اور سارے مرد و عورت ایک جگہ نماز کے لیے قطعی طور پر جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر تم ان کو جمع کرنے کی کوشش کرو گے تو یہ ناممکن ہو گا اور نماز کے لیے نہ آنے والوں کا گناہ تم پر ہو گا کیونکہ وہ سینکڑوں لوگ جو نماز کے لیے نہیں آئیں گے وہ یقیناً آتے اگر ان کے لیے انتظام ہوتا۔

پس میری رائے تو یہی ہے کہ لاہور شہر میں بھی مختلف مقامات پر جمعہ کی نماز ادا ہونی چاہیے مگر لاہور کے احمدی ہونے میں ابھی کافی دیر ہے۔ اِس لیے ابھی اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ لیکن مسئلہ کی صورت میرے نزدیک یہی ہے کہ بڑے شہروں میں دو دو تین تین جگہ جمعہ ہونا چاہیے تاکہ سب لوگ نماز میں شریک ہوسکیں۔ البتہ شریعت نے فتنوں کو روکنے کے لیے بعض پابندیاں ضرور عائد کردی ہیں۔ مثلاً شریعت کہتی ہے کہ اُسی مسجد میں نماز پڑھی جائے جو اپنے حلقہ کی ہو۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ بعض فتنہ پرداز لوگ امام کے خلاف فتنہ انگیزی کرکے بجائے اپنی مسجد کے دوسرے محلّہ میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور چونکہ اِس طرح فتنہ پرداز لوگ فتنہ پھیلا سکتے ہیں اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس محلّہ میں تم رہتے ہو اُسی محلّہ کی مسجد میں نمازیں پڑھا کرو۔ بہرحال اسلام میں سب چیزیں موجود ہیں اور اس قسم کے خطرات دور کیے جاسکتے ہیں مگر یہ ابھی دور کی باتیں ہیں۔ ابھی تو ہمیں ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے جہاں نسبتاً آسانی سے ہماری جماعت کے لوگ جمعہ کے لیے اکٹھے ہوسکیں۔ میرے نزدیک اس غرض کے لیے فلیمنگ روڈ کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ مَیں ایک دفعہ خاص طور پر اِسی غرض کے لیے وہاں گیا تھا اور مجھے یاد ہے کہ اُس وقت وہاں چھ ہزار روپیہ پر کنال زمین ملتی تھی۔ اسی طرح اَور کئی سڑکیں ہیں جہاں لوگ نماز کے لیے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ بہرحال کسی سڑک پر زمین خرید کر اور خیمے لگا کر نماز شروع کر دی جائے۔ پھر مبلغ کی رہائش کا بھی وہاں انتظام ہو جائے اور ایک لائبریری بھی بنا دی جائے۔ شہروں میں لائبریریوں کا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے مگر لائبریری اُسی جگہ بن سکتی ہے جہاں لوگ کثرت سے آتے جاتے ہوں۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں لٹریچر کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ بڑی آسانی سے ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ مبلغ کے ذریعہ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتی۔ پس اب لٹریچر کی اشاعت پر بھی ہمیں خاص طور پر زور دینا پڑے گا۔ جس کا ایک طریق یہ ہے کہ مختلف شہروں میں لائبریریاں قائم کی

جائیں۔ مگر لائبریری بھی اُسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب مبلغ ہو۔ ایک دکاندار یا تاجر یا ملازم کس طرح ہر وقت لائبریری میں بیٹھ سکتا ہے۔ اُسے تو اپنے کام ہوتے ہیں لیکن مبلغ بیٹھ سکتا ہے۔ اور جو لوگ اخبار پڑھنے کے لیے آئیں یا کتابوں وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے لیے آئیں وہ انہیں تبلیغ بھی کر سکتا ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ باقی جگہوں کی نسبت لاہور شہر میں اِس کی زیادہ ضرورت ہے"۔

(الفضل 26 جنوری 1949ء)